وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

(منتخب)

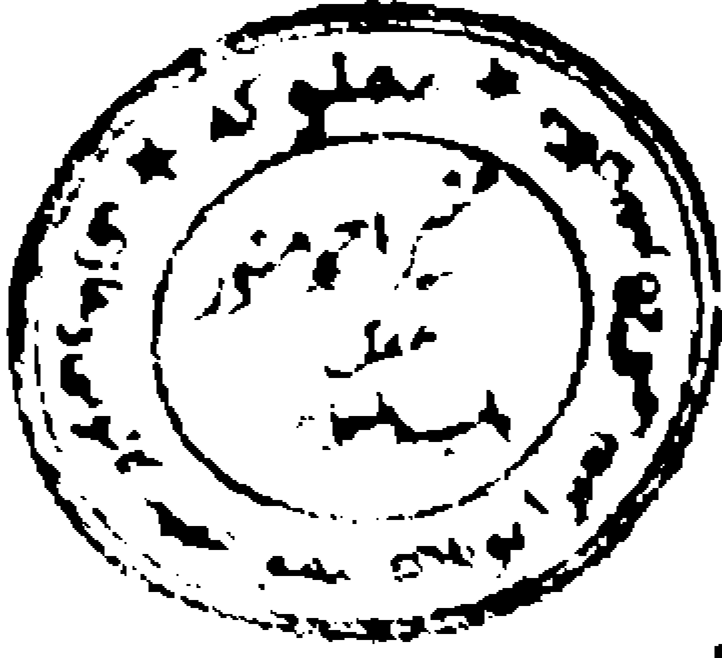
مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

جس میں برزخ (قبر) اہل قبر، دوزخ، اہل دوزخ، قیامت، حشر ونشر
حساب وکتاب، شفاعت اور اعراف والوں کے مفصل حالات
قرآن وحدیث کی روشنی میں درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں جنت اور
اہل جنت کی نعمتیں پوری تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔



تالیف:

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ



اضافہ شدہ ایڈیشن

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

جس میں برزخ (قبر) اہل قبر، دوزخ، اہل دوزخ، قیامت، حشر ونشر حساب وکتاب، شفاعت اور اعراف والوں کے مفصل حالات قرآن وحدیث کی روشنی میں درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں جنت اور اہل جنت کی نعمتیں پوری تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

مؤلف

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۴۳-۱۴۲۲ھ

۱۹۲۴-۲۰۰۱ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۹۲۴ء ...... وفات: ۲۸/نومبر ۲۰۰۱ء (مدینہ منورہ)

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری نامور مدرس، متبحر عالم دین اور شہرہ آفاق مصنف تھے۔ آپ کی تصانیف کو قبولیت کا درجہ حاصل ہے۔ آپ نے ''انوار البیان'' کے نام پر تفسیر لکھی۔ آپ عرصہ تک دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے زمانہ میں پڑھاتے رہے۔

آپ نے ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' نامی کتاب لکھی، جس میں برزخ (قبر، اہل قبر) دوزخ، اہل دوزخ، قیامت، حشر ونشر حساب و کتاب شفاعت اور اعراف کے مفصل حالات قلمبند فرمائے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا منیر احمد منور نے اس کی تلخیص کی جو اس مجموعہ میں شامل کی جارہی ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوال برزخ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد سید المرسلین

وعلی آلہ وصحبہ ھداۃ الدین المتین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین!

سرور عالم ﷺ کے ارشادات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والے کو گو ہم مردہ سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ زندہ ہوتا ہے۔ گو اس کی زندگی ہماری اس زندگی سے مختلف ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردہ کی ہڈیاں توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اس کی ہڈی توڑ دی جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۹، ابوداؤد وابن ماجہ ومالک)

ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم ﷛ کو ایک قبر سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا دیکھ کر فرمایا کہ اس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۹، از احمد)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس عالم سے منتقل ہو کر عالم برزخ میں پہنچ جاتا ہے، خواہ ابھی اسے قبر میں نہ رکھا جائے یا آگ میں بھی نہ جلایا جائے۔ اس میں سمجھ اور شعور ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نعش (چارپائی وغیرہ پر) رکھ دی جاتی ہے اور اس کے بعد قبرستان لے جانے کے لئے لوگ اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک تھا تو کہتا ہے کہ مجھے جلد لے چلو اور اگر وہ نیک نہ تھا تو گھر والوں سے کہتا ہے کہ ہائے میری بربادی، مجھے کہاں لے جاتے ہو؟ (پھر فرمایا) کہ انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے۔ اگر انسان اس کی آواز سن لے تو ضرور بے ہوش ہو جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۴، از بخاری)

موت کے بعد سے قیامت قائم ہونے تک ہر شخص پر جو زمانہ گزرتا ہے اس کو برزخ کہا جاتا ہے۔ برزخ کے لغوی معنی پردہ اور آڑ کے ہیں، چونکہ یہ زمانہ دنیا وآخرت کے درمیان ایک آڑ ہوتا ہے اس لئے اسے برزخ کہتے ہیں۔

چونکہ عام انسان اپنے مردوں کو دفن کیا کرتے ہیں، اس لئے احادیث شریفہ میں برزخ کی راحت یا عذاب کے بارے میں قبر ہی کے الفاظ آتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن انسانوں کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے یا جو پانی میں بہا دیئے جاتے ہیں وہ برزخ میں زندہ نہیں رہتے۔ درحقیقت ان کو بھی برزخی زندگی حاصل ہے اور عذاب میں مبتلاء ہیں یا آرام وراحت میں ہیں اور کافر ومشرک کو برزخ میں اور اس کے بعد کے حالات میں کوئی آرام نہیں، ان کے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔

اللہ جل شانہٗ جلے ہوئے ذرّوں کو بھی جمع کر کے عذاب وثواب دینے پر قادر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ (پہلے زمانہ میں) ایک شخص نے بہت زیادہ گناہ کئے، جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا اور میری راکھ کو آدھی خشکی میں اڑا دینا اور آدھی سمندر میں بہا دینا۔ یہ وصیت کر کے اس نے کہا کہ اگر خدا مجھ پر قادر ہو گیا (اور اس نے اس کے باوجود بھی مجھے زندہ کر لیا) تو مجھے ضرور بالضرور ایسا عذاب دے گا جو (میرے علاوہ) سارے جہانوں میں سے اور کسی کو نہ دے گا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اس نے وصیت کی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ اس شخص کے سارے ذروں کو جمع

کردے۔ سمندر نے اپنے اندر کے سارے ذروں کو جمع کر دیا اور اسی طرح خشکی کو حکم دیا، اس نے بھی اس شخص کے جسم کے سارے ذروں کو جمع کر دیا۔ سارے ذرّے جمع فرما کر اللہ جل شانہٗ نے اسے زندہ فرمایا۔ پھر اس سے فرمایا کہ تو نے ایسی وصیت کیوں کی؟ اس نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! تیرے ڈر سے میں نے ایسا کیا اور آپ خوب جانتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۷، از بخاری و مسلم)

روایات حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن بندے برزخ میں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں اور اس عالم سے جانے والے سے بھی دریافت کرتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے اور کس حالت میں ہے؟

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب مرنے والا مرجاتا ہے تو برزخ میں اس کی اولاد اس کا اس طرح استقبال کرتی ہے جیسے دنیا میں کسی باہر سے آنے والے کا استقبال کیا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۸، از ابن ابی الدنیا)

اور حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مرنے والا مرجاتا ہے تو عالم برزخ میں اس کے عزیز و اقارب جو پہلے مرچکے ہوتے ہیں اسے گھیر لیتے ہیں اور وہ آپس میں مل کر اس خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو دنیا میں کسی باہر سے آنے والے سے مل کر ہوتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۸، از ابن ابی الدنیا)

حضرت قیس بن قبیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مؤمن نہیں ہوتا اسے مردوں سے بات چیت کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا مردے کلام بھی کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں اور ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں۔ (بشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب للسیوطی ص ۱۰۰ علی ہامش شرح الصدور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی (قبر کی) زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے یہاں تک کہ زیارت کرنے والا اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۸، از ابن ابی الدنیا)

حضرت ام بشر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا مردے آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا بھلا ہو! روح مطمئنہ جنت میں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہے (اب تو خود سمجھ لے) کہ پرندے اگر آپس میں درختوں پر ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں تو روحیں بھی آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۰۱، از ابن سعد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف پڑھنا شروع کرے اور پورا کئے بغیر ہی مرجائے تو قبر میں ایک فرشتہ اسے قرآن شریف پڑھاتا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اسے پورا قرآن حفظ ہوگا۔ (شرح الصدور ص ۸۴)

جو حضرات اعمال صالحہ میں زندگی خرچ کرتے ہیں اور مرنے کے بعد کی زندگی کا یقین رکھتے ہیں، اس دنیا میں ان کا دل نہیں لگتا اور موت کو یہاں کی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں اور جو لوگ یہاں کی زندگی کو برائیوں میں گزارتے ہیں وہ موت سے گھبراتے ہیں۔

سلیمان بن عبدالملک نے ابوحازم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ یہ بتایئے کہ ہم موت سے کیوں گھبراتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس لئے گھبراتے ہو کہ تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کیا ہے۔ لہٰذا آبادی سے ویرانہ میں جانا پسند نہیں کرتے۔ سلیمان نے کہا: واقعی آپ سچ فرماتے ہیں۔ (صفوۃ الصفوہ ج ۲ ص ۸۹)

جس شخص کو قبر کی زندگی کا یقین ہو اور اپنے اعمال صالحہ کے بدلے وہاں اچھے حال میں رہنے کی امید ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اس عالم سے دوست احباب، اقربا کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا تو برزخ میں رشتہ دار اور جان پہچان والے مل جائیں گے تو پھر موت سے کیوں گھبرائے؟ اور اس زندگی کو برزخ کی زندگی پر کیوں ترجیح دے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یحب الانسان الحیاۃ والموت خیز لنفسہ' انسان زندگی کو محبوب رکھتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے بہتر ہے۔ (شرح الصدور ص۱۶، از بیہقی فی شعب الایمان)

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے موت کو مؤمن کا تحفہ بتایا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۰، از بیہقی فی شعب الایمان) اور یہ بھی فرمایا ہے کہ انسان موت کو مکروہ جانتا ہے، حالانکہ موت اس کے فتنوں میں پڑنے سے بہتر ہے کہ جتنی جلدی موت آجائے گی اتنی ہی جلدی دنیا کے فتنوں سے محفوظ ہو جائے گا۔
(شرح الصدور ص ۶، از احمد و سعید بن منصور بہ سند صحیح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے دنیا سے انتقال کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ (کی تنگی اور تاریکی) سے نکل کر دنیا کے آرام و راحت میں آجاتا ہے۔

الحاصل مؤمن کے لئے موت بڑی اچھی چیز ہے، بشرطیکہ نیک عمل کرنے والا ہو اور اس نے اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست رکھا ہو۔ جو بندے اعمال صالحہ میں زندگی گزارتے ہیں وہ موت کو اس زندگی پر ترجیح دیتے ہیں اور یہاں کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے نکل کر جلد سے جلد امن و امان اور راحت و چین والی ہمیشہ کی زندگی میں جانا چاہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کسی سے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: بازار کا قصد ہے۔ فرمایا: ہو سکے تو میرے لئے موت خریدتے لانا۔ (شرح الصدور ص ۶، از ابن ابی شیبہ و ابن سعد بیہقی) مطلب یہ تھا کہ ہمیں اس دنیا میں رہنا پسند نہیں ہے، اگر قیمت سے بھی موت ملے تو خرید لیں۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو شخص سب سے پہلے فلاں چیز چھولے تو وہ اسی وقت مر جائے گا تو مجھ سے پہلے کوئی شخص اس چیز کو نہیں چھو سکتا۔ ہاں اگر مجھ سے زیادہ دوڑ سکتا ہو اور مجھ سے پہلے پہنچ جائے تو اور بات ہے۔ (شرح الصدور ص ۵، از ابن سعد)

اللّٰھم حبب الموت الیٰ والیٰ من یعلم ان سیدنا محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبدک ورسولک

موت کے وقت اور موت کے بعد مؤمن کا اعزاز

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں قبرستان گئے۔ جب قبر تک پہنچے تو دیکھا کہ ابھی لحد نہیں بنائی گئی ہے، اس وجہ سے نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے آس پاس (با ادب) اس طرح بیٹھ گئے کہ جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں[1]۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے زمین کرید رہے تھے (جیسے کوئی غمگین کیا کرتا ہے)

[1] یعنی اس طرح خاموش دم بخود ہو کر بیٹھ گئے جیسا کہ ہم میں حرکت ہی نہیں رہی، پرندہ غیر متحرک چیز پر بیٹھتا ہے۔

آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو! دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بلاشبہ جب مؤمن بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے فرشتے آتے ہیں جن کے سفید چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں، اس کے ساتھ جنتی کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔ یہ فرشتے اس قدر ہوتے ہیں کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر (حضرت) ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں حتی کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح! اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا مندی کی طرف نکل کر چل۔ چنانچہ اس کی روح اس طرح سہولت سے نکل آتی ہے جیسے مشکیزہ میں سے (پانی کا) قطرہ بہتا ہوا باہر آجاتا ہے۔ پس اسے حضرت ملک الموت علیہ السلام لے لیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے (جو دور تک بیٹھے ہوتے ہیں) پل بھر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے۔ حتی کہ اسے لے کر اسی کفن اور خوشبو میں رکھ کر آسمان کی طرف چل دیتے ہیں۔ اس خوشبو کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمین پر جو بھی عمدہ سے عمدہ خوشبو مشک کی پائی گئی ہے اس جیسی وہ خوشبو ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اس روح کو لے کر فرشتے (آسمان کی طرف) چڑھنے لگتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی ان کا گزر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے؟ وہ اس کا اچھے سے اچھا نام لے کر جواب دیتے ہیں جس سے دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔ اسی طرح پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ اس روح کو لے کر اوپر چلے جاتے ہیں۔ حتی کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہر آسمان کے مقربین دوسرے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں (جب ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کو کتاب علیین میں لکھ دو اور اسے زمین پر واپس لے جاؤ۔ کیونکہ میں نے انسان کو زمین ہی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں اس کو لوٹا دوں گا اور اسی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ چنانچہ اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں جو آکر اسے بٹھاتے ہیں، اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ صاحب کون ہیں جو تمہارے اندر بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا عمل کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، سو اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

اس کے بعد ایک منادی آسمان سے آواز دیتا ہے (جو اللہ کا منادی ہوتا ہے) کہ میرے بندہ نے سچ کہا، سو اس کے لئے جنت کے بچھونے بچھا دو اور اس کو جنت کے کپڑے پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ جنت کا آرام اور خوشبو آتی رہتی ہے اور اس کی قبر اتنی کشادہ کر دی جاتی ہے کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچے۔

اس کے بعد نہایت خوبصورت چہرے والا، بہترین لباس والا (اور) پاکیزہ خوشبو والا ایک شخص اس کے پاس آکر کہتا ہے کہ خوشی کی چیزوں کی بشارت سن لے، یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے: تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ حقیقت میں چہرہ کہنے کے لائق ہے اور اس لائق ہے کہ اچھی خبر لائے، وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں۔

اس کے بعد وہ (خوشی میں) کہتا ہے اے رب! قیامت قائم فرما۔ اے رب! قیامت قائم فرما تا کہ میں اپنے[1] اہل و عیال اور مال میں پہنچ جاؤں۔

---

[1] اس سے جنت کی حوریں اور جنت کی نعمتیں مراد ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

کافر کی ذلت

اور بلا شبہ جب کافر بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اس کے پاس آتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں اور اس کے پاس اتنی دور تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔ پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! اللہ کی ناراضگی کی طرف نکل۔ ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح اس کے جسم میں ادھر ادھر بھاگی پھرتی ہے۔ لہٰذا ملک الموت اس کی روح کو جسم سے اس طرح نکالتے ہیں جیسے بوٹیاں بھوننے کی سیخ بھیگے ہوئے اون سے صاف کی جاتی ہے (یعنی کافر کی روح کو جسم سے زبردستی اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون کانٹے دار سیخ پر لپٹا ہوا ہو اور اس کو زور سے کھینچا جائے) پھر اس کی روح کو ملک الموت (اپنے ہاتھ میں) لے لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے پل جھپکنے کے برابر بھی ان کے پاس نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ فوراً ان سے لے کر اس کو ٹاٹوں میں لپیٹ دیتے ہیں (جو ان کے پاس ہوتے ہیں) اور ان ٹاٹوں میں ایسی بدبو آتی ہے جیسے کبھی کسی بدترین سڑی ہوئی مردہ نعش سے روئے زمین پر بدبو پھوٹی ہو۔ وہ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی پہنچتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا وہ نام لے کر کہتے ہیں جس سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے، حتیٰ کہ وہ اسے لے کر پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں۔ مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ''لاتفتح لھم ابواب السمآء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سمّ الخیاط (الاعراف: ۴۰)''

ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ کبھی جنت میں داخل ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ چلا جائے (اور اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہیں جا سکتا۔ لہٰذا وہ بھی جنت میں نہیں جا سکتے۔)

پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں اس کو کتاب سجین میں لکھ دو جو سب سے نیچی زمین میں ہے۔ چنانچہ اس کی روح (وہیں سے) پھینک دی جاتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''ومن یشرک باللہ فکانما خرّ من السمآء فتخطفه الطیر او تھوی به الریح فی مکان سحیق (الحج: ۳۱)''

اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے دور دراز جگہ میں لے جا کر پھینک دیا۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے پتہ نہیں۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے پتہ نہیں۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ شخص کون ہیں جو تمہارے اندر بھیجے گئے ہیں؟ وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے نہیں پتہ۔[1]

جب یہ سوال و جواب ہو چکتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا۔ اس کے نیچے آگ بچھا دو اور اس کے لئے دوزخ کا دروازہ کھول دو۔ (چنانچہ دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے) اور دوزخ کی تپش اور سخت گرم لو آتی رہتی ہے اور قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کی پسلیاں بھنچ کر آپس میں ادھر کی ادھر چلی جاتی ہیں۔

---

[1] یعنی اس کو اپنے رب کی خبر ہے، لیکن یہ اس کو نہ مانتا تھا اور جس دین پر تھا اس کا بھی علم تھا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا بھی علم ہے، لیکن عذاب سے بچنے کے لئے اپنے کو نادان ظاہر کر رہا ہے۔

اس کے پاس ایک شخص آتا ہے جو بدصورت اور برے کپڑے پہنے ہوئے ہوتا ہے، اس کے جسم سے بری بدبو آتی ہے، وہ شخص اس سے کہتا ہے کہ مصیبت کی خبر سن لے۔ یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا برا عمل ہوں۔ یہ سن کر وہ (اس ڈر سے کہ میں قیامت میں یہاں سے زیادہ عذاب میں گرفتار ہوں گا) یوں کہتا ہے کہ اے رب! قیامت قائم نہ کر۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۲ و ۱۴۳)

ایک روایت میں ہے کہ جب مؤمن کی روح نکلتی ہے تو آسمان وزمین کے درمیان کا ہر فرشتہ اور وہ سب فرشتے جو آسمان میں ہیں سب کے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے والے فرشتے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح کو ہماری طرف سے لے کر چڑھایا جائے اور کافر کے بارے میں فرمایا کہ اس کی جان رگوں سمیت نکالی جاتی ہے اور آسمان وزمین کے درمیان کا ہر فرشتہ اور وہ سب فرشتے جو آسمان میں ہیں، سب کے سب اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے والے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح کو ہماری طرف سے لے کر نہ چڑھا جائے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۳، از احمد)

مؤمن کا قبر میں نماز کا دھیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤمن کو قبر میں داخل کردیا جاتا ہے تو اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سورج چھپ رہا ہو۔ سو جب اس کی روح لوٹائی جاتی ہے تو آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھتا ہے اور (فرشتوں سے) کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھتا ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۶، از ابن ماجہ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ گویا وہ اس وقت اپنے آپ کو دنیا میں ہی تصور کرتا ہے کہ سوال وجواب کو رہنے دو مجھے فرض ادا کرنے دو، وقت ختم ہوا جارہا ہے، میری نماز جاتی رہے گی۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ بات وہی کہے گا جو دنیا میں نماز کا پابند تھا اور اس کو ہر وقت نماز کا خیال لگا رہتا تھا۔

اس سے بے نمازیوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے اور اپنے حال کا اس سے اندازہ لگائیں اور اس بات کو خوب سوچیں کہ جب اچانک سوال ہوگا تو کیسی پریشانی ہوگی؟

قبر میں مؤمن کا بے خوف ہونا اور اس کے سامنے جنت پیش ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ مردہ اپنی قبر میں پہنچ کر بے خوف اور بااطمینان بیٹھتا ہے۔ پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ (تو دنیا میں) کس دین میں تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں اسلام میں تھا۔ پھر اس سے سوال ہوتا ہے کہ (تیرے عقیدہ میں) یہ کون ہیں؟ (جو تمہاری طرف بھیجے گئے) وہ جواب دیتا ہے یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو ہمارے پاس اللہ کے پاس سے کھلے کھلے معجزے لے کر آئے، سو ہم نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ (دنیا میں) کوئی آدمی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ (پھر میں کیسے دیکھ لیتا؟)

پھر اس کے سامنے دوزخ کی طرف ایک روشن دان کھولا جاتا ہے (جس کے ذریعہ) وہ دوزخ کو دیکھتا ہے کہ آگ کے انگارے آپس میں ایک دوسرے کو کھائے جاتے ہیں، (جب وہ دوزخ کا منظر دیکھ لیتا ہے) تو اس سے کہتے ہیں کہ دیکھ اللہ نے تجھے کس مصیبت سے بچایا۔ پھر اس کے سامنے جنت کی طرف ایک روشن دان کھولا جاتا ہے (جس کے ذریعہ) وہ جنت کی رونق اور جنت کی دوسری چیزیں دیکھ لیتا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ (جنت) تیرا ٹھکانہ ہے تو یقین ہی پر زندہ رہا اور یقین ہی پر تو قیامت کے روز (قبر سے) اٹھے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

پھر فرمایا کہ نافرمان خوف زدہ اور گھبرایا ہوا اپنی قبر میں بیٹھتا ہے۔ اس سے سوال ہوتا ہے کہ تو دنیا میں کس دین میں تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں۔ پھر اس سے (حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق) سوال ہوتا ہے کہ (تیرے عقیدہ میں) یہ کون ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ اس بارے میں میں نے وہی کہا جو اور لوگوں نے کہا۔ پھر اس کے سامنے جنت کی طرف ایک روشن دان کھولا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ اس کی رونق اور اس کے اندر کی دوسری چیزیں دیکھ لیتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ (تو نے خدا کی نافرمانی کی) خدا نے تجھے کس نعمت سے محروم کیا۔

پھر اس کے سامنے دوزخ کی طرف ایک روشن دان کھولا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوزخ کو دیکھ لیتا ہے کہ آگ کے انگارے ایک دوسرے کو کھائے جاتے ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو شک ہی پر زندہ رہا اور شک ہی پر تجھے موت آئی اور ان شاء اللہ قیامت کو بھی تو اسی شک پر اٹھے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶، از ابن ماجہ)

مؤمن سے فرشتوں کا کہنا کہ دلہن کی طرح سو جا اور منافق و کافر کو زمین کا بھینچنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، جن میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ تو کیا کہتا ہے ان صاحب کے بارے میں (جو تمہاری طرف بھیجے گئے؟) وہ اگر مؤمن ہے تو جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

یہ سن کر وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا، پھر اس کی قبر ستر ہاتھ مربع کشادہ کر دی جاتی ہے، پھر منور کر دی جاتی ہے، پھر اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ (اب تو) سو جا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں کو (اپنا حال) بتانے کے لئے جاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ (یہاں آ کر جانے کا قانون نہیں) تو سو جا، جیسا کہ دلہن سوتی ہے جسے اس کے شوہر کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ (لہٰذا وہ آرام سے قبر میں رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ اسے قیامت کے روز اس جگہ سے اٹھائے گا۔

اور اگر مرنے والا منافق ہوتا ہے تو وہ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے کہ میں نے جو لوگوں کو کہتے سنا وہی کہا۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو خوب جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کو بھینچ دے۔ چنانچہ زمین اسے بھینچ دیتی ہے جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں ادھر ادھر چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ قبر کے اندر عذاب میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ (قیامت کو) خدا اسے وہاں سے اٹھائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵، از ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والے عالم برزخ میں مطمئن ہوں گے اور ان کے ہوش وحواس سالم رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان کو نماز کا دھیان ہوگا اور فرشتوں کے سوال کا جواب دینے میں بے خوف ہوں گے اور جب اپنا اچھا حال دیکھ لیں گے تو گھر والوں کو خوشخبری دینے کے لئے فرشتوں سے کہیں گے کہ میں ابھی نہیں سوتا، گھر والوں کو خبر کرنے جاتا ہوں اور انتہائی خوشی میں اپنا انجام بخیر دیکھ کر فوراً ہی قیامت قائم ہونے کا سوال کریں گے تا کہ جلد سے جلد جنت میں پہنچیں۔ جس پر خداوند عالم کا کرم ہو اس کے ہوش وحواس باقی رہتے ہیں اور اس سے اللہ جل شانہٗ صحیح جواب دلاتے ہیں جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں فرمایا: ''یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ (ابراھیم:۲۷)'' ایمان والوں کو اللہ اس پکی بات یعنی کلمہ طیبہ) سے دنیا وآخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قبر کے جانچنے والوں (یعنی منکر نکیر) کا تذکرہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت ہماری عقلیں واپس کردی جائیں گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس وقت ایسے ہی ہو گے جیسے آج ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اس کے منہ میں پتھر (یعنی جب عقل ٹھیک ہوگی اور ایمان کی دولت ساتھ لے کر جاؤں گا تو سوال وجواب سے ڈرنا کیا؟ میں ان کو ایسا جواب دوں گا کہ جیسے سوال کرنے والے کے منہ میں پتھر دے دیا جاتا ہے)

(قال المنذری فی الترغیب ج ۴ ص ۲۶۲، رواہ احمد من طریق ابن لہیعۃ، والطبرانی باسناد جید)

برزخ والوں کا مؤمن سے پوچھنا کہ فلاں کا کیا حال ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرشتے مؤمن کی روح کو لے کر (ان) مؤمنین کی ارواح کے پاس لے جاتے ہیں (جو پہلے سے جاچکے ہیں) تو وہ ارواح کے پہنچنے پر ایسی خوش ہوتی ہیں کہ (اس دنیا میں) تم بھی اپنے کسی غائب کے آنے پر اتنا خوش نہیں ہوتے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ پھر وہ (خود ہی آپس میں) کہتے ہیں کہ اچھا ابھی ٹھہرو (پھر پوچھ لینا، چھوڑ دو ذرا آرام کرنے دو، چونکہ دنیا کے غم میں مبتلا تھا) پھر (وہ بتانے لگتا ہے کہ فلاں اس طرح ہے اور فلاں اس طرح ہے اور) وہ کسی شخص کے بارے میں کہتا ہے جو اس سے پہلے مرچکا تھا کہ وہ تو مرگیا، کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ یہ سن کر وہ کہتے ہیں کہ (جب وہ دنیا سے آگیا اور ہمارے پاس نہیں آیا تو) ضرور اس کو دوزخ میں پہنچادیا گیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۲، از احمد ونسائی والروایۃ طویلۃ)

برزخ والوں پر زندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں

''طبرانی'' کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور خاندان والوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، جو آخرت میں پہنچ چکے ہیں۔ اگر تمہارا عمل نیک ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں اور خداوند کریم سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ آپ کا فضل اور رحمت ہے، سو آپ اپنی نعمت اس پر پوری فرمادیجئے اور اسی پر اس کو موت دیجئے۔

اور اگر برا عمل ان کے سامنے پیش ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس کے دل میں نیکی ڈال دے جو تیری رضا اور تیرے قرب کا سبب ہوجائے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۷)

قبر کا مؤمن کو دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں بیٹے کا سر دباتی ہے

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جب سے آپ نے منکر نکیر کی (ہیبت ناک) آواز اور قبر میں بھینچنے کا ذکر فرمایا ہے اس وقت سے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی ہے (اور دل کی پریشانی دور نہیں ہوتی) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! منکر نکیر کی آواز مؤمن کے کانوں ایسی ہوگی جیسے (ایک سریلی آواز کانوں میں بھلی معلوم ہوتی ہے، جیسے) آنکھوں میں سرمہ لگانے سے آنکھوں کو لذت محسوس ہوتی ہے اور مؤمن کو قبر کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور اس کی شفقت والی ماں آہستہ آہستہ اپنے بیٹے کا سر دباتی ہے اور وہ اس سے آرام وراحت پاتا ہے اور (یاد رکھ) اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے اور وہ قبر میں اس طرح بھینچے جائیں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبا دیا جائے۔ (شرح الصدور ص ۴۶)

زمین وآسمان کا مؤمن سے محبت کرنا اور اس کی موت پر رونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے لئے آسمان کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے اس کا عمل چڑھتا ہے اور دوسرے دروازہ سے اس کا رزق اترتا ہے۔ جب مؤمن مرجاتا ہے تو دونوں دروازے اس کے (مرنے پر) روتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۵۱، از ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک مؤمن مرجاتا ہے تو اس کے مرنے پر قبرستان اپنے آپ کو سجا لیتے ہیں، لہٰذا ان میں کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جو یہ تمنا نہ کرتا ہو کہ یہ مجھ میں دفن ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ مؤمن کے مرنے پر چالیس دن تک زمین روتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۴۱، از ابن ابی الدنیا والحاکم) اور یہ مضمون حضرت مجاہد رحمہ اللہ (تابعی) سے بھی منقول ہے۔
(شرح الصدور ص ۴۱، از سعید بن منصور وابونعیم)

حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو بندہ زمین کے کسی حصہ میں سجدہ کرتا ہے وہ حصہ قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گا اور اس کے مرنے کے دن روئے گا۔ (شرح الصدور ص ۴۱، از ابونعیم)

صدقۂ جاریہ اور اولاد وغیرہ کی طرف سے استغفار کا نفع

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ مرنے کے بعد جو چیزیں مؤمن کو اس کی نیکیوں سے پہنچتی ہیں ان میں سے ایک علم ہے۔ جس نے اس کو پھیلایا ہو، یا نیک اولاد چھوڑی ہو، کوئی قرآن شریف ورثہ میں چھوڑ گیا ہو، یا مسجد تعمیر کرا گیا ہو، یا مسافر خانہ بنا گیا ہو، یا نہر جاری کر گیا ہو، یا اپنی زندگی وتندرستی کی حالت میں اپنے مال سے صدقہ کر گیا ہو جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہو۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۳۶، از ابن ماجہ وبیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیک بندہ کا درجہ جنت میں بلند فرمادے گا۔ وہ کہے گا کہ اے اللہ! یہ درجہ مجھے کیسے ملا؟ اللہ جل شانہ ارشاد فرمائیں گے: تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کی جس کی وجہ سے یہ مرتبہ تجھ کو ملا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۶، از احمد)

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے روز بعض آدمیوں کے ساتھ پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی، وہ یہ دیکھ کر عرض کرے گا کہ یہ مجھے کہاں سے ملیں؟ ارشاد ہوگا: تیری اولاد کے استغفار کرنے کی بدولت تجھے عنایت کی گئی ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میت اپنی قبر میں بس ایسا ہی محتاج ہوتا ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا ہو۔ (پھر فرمایا کہ) وہ دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی جانب سے اسے پہنچ جائے۔ جب اسے (ان میں سے کسی کی) دعا پہنچتی ہے تو ساری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے زیادہ اس کو وہ دعا محبوب ہوتی ہے اور بے شک زمین والوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ قبر والوں پر پہاڑوں کے برابر ثواب داخل فرماتے ہیں اور بے شک زندوں کا ہدیہ مردوں کے لئے ان کے واسطے استغفار کرنا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۶، از بیہقی)

مؤمن کو ملک الموت کا سلام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ملک الموت خدا کے مقبول بندہ کے پاس آتے ہیں تو اس کو سلام کرتے ہیں اور یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''السلام علیک یا ولیَّ اللہ! قم فاخرج من دارک التی خربتها الی دار التی عمّرتها'' تم پر سلام ہو اے اللہ کے دوست! اٹھو اور اس گھر سے نکلو جسے تم نے (خواہشات نفس کو قربان کر کے) برباد کیا ہے اور اس گھر کو چلو جسے تم نے (عبادت کر کے) آباد کیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۶)

مؤمن کا دنیا میں رہنے سے انکار کرنا اور اس کو بشارت ملنا

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ جب مؤمن (مرتے وقت) فرشتوں کو دیکھتا ہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو دنیا میں واپس کر دیں اور روح کو قبض نہ کریں؟ وہ کہتا ہے: کیا مجھے غموں اور فکروں کے مقام میں چھوڑ جانا چاہتے ہو؟ اب تو میں نہیں رہتا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس لے چلو۔ (شرح الصدور ص ۳۵، از ابن جریر)

حضرت زید بن اَسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موت کے وقت مؤمن کے پاس فرشتے آکر اسے خوشخبری سناتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم جہاں جارہے ہو وہاں جانے سے ڈرو نہیں۔ لہٰذا اس کا خوف جاتا رہتا ہے اور اس سے یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا اور اہل دنیا (سے جدا ہونے) پر رنج نہ کرو اور جنت کی خوشخبری سن لو۔ لہٰذا وہ اس حال میں مرتا ہے کہ اس دنیا میں خدا اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۳۶، از ابن جریر)

شہداء سے اللہ جل شانہٗ کا خطاب

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹)'' اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے مقرب ہیں، ان کو رزق ملتا ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس کی تفسیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر چکے ہیں۔ پھر فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ ان کے لئے عرش الٰہی کے نیچے قندیل لٹکے ہوئے ہیں۔ وہ جہاں چاہیں جنت میں چلتی پھرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں آکر ٹھہر جاتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان سے فرمایا کہ تم کچھ چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کیا چاہیں حالانکہ جہاں چاہتے ہیں جنت میں چلتے پھرتے ہیں۔

چنانچہ تین بار خدا نے ان سے یہی سوال و جواب فرمایا، سو جب انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ جب تک ہم جواب نہ دیں گے سوال ہوتا ہی رہے گا تو انہوں نے یہ عرض کیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں واپس کر دی جائیں حتی کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل کر دیئے جائیں۔ سو جب پروردگار عالم نے ان سے معلوم کر لیا ان کو کوئی حاجت نہیں تو چھوڑ دیئے گئے (اور پھر ان سے سوال نہیں کیا گیا۔ یعنی وہاں کی کوئی چیز انہوں نے طلب نہ کی اور سوال کیا تو دنیا میں واپسی کا سوال کیا جو قانون کے خلاف ہے۔ لہٰذا پھر ان سے سوال نہ کیا گیا) (مشکوۃ المصابیح ص ۳۳۰، از مسلم)

روحوں کا سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہونا شہداء کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ دوسرے مؤمنوں کی روحیں بھی ان پرندوں کے پوٹوں میں جنت کی سیر کرتی ہیں جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''ان ارواح المؤمنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنۃ'' (مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۳، از ابن ماجہ)

بلاشبہ ایمان والوں کی روحیں سبز پرندوں کے اندر ہوتی ہیں جو جنت کے درختوں سے کھاتی پیتی ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''مرقات شرح مشکوۃ'' میں لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ بلاشبہ ایمان والوں کی روحیں پرندوں کے پوٹوں میں جنت کے پھل کھاتی اور پانی پیتی پھرتی ہیں اور عرش کے نیچے سونے کی قندیلوں میں آرام کرتی ہیں۔ (المرقاۃ ج ۴ ص ۳۰ طبع ملتان)

شہادت کی تکلیف چیونٹی کے کاٹنے کے برابر ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید قتل ہونے کی تکلیف بس اتنی ہی محسوس کرتا ہے جیسی تم چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتے ہو۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۳۳، از ترمذی وغیرہ)

عذاب قبر کی تفصیلات

اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں عذاب قبر حق ہے۔ جس طرح مؤمنین صالحین کو قبر میں آرام ملتا ہے اور خوشی کے ساتھ قیامت تک رہنا ہوتا ہے اسی طرح کافروں اور بدکاروں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ احادیث شریفہ سے یہ باتیں ثابت ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے ان کے سامنے عذاب قبر کا تذکرہ کیا اور کہا کہ: ''اعاذک اللہ من عذاب القبر'' یعنی تجھے اللہ عذاب قبر سے پناہ میں رکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''نعم عذاب القبر حق'' ہاں قبر کا عذاب حق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت رسول کریم ﷺ نے جب بھی نماز پڑھی قبر کے عذاب سے ضرور اللہ کی پناہ مانگی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵، از بخاری و مسلم)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی۔ سوال کیا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کر کے نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر (اس قدر) روتے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، سو اگر اس سے نجات پائی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶، از ترمذی و ابن ماجہ)

عذاب قبر کی کچھ تفصیلات گزر چکی ہیں اور کچھ اب ذکر کی جاتی ہے۔

قبر میں عذاب دینے والے اژدھے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں کافر پر ضرور ۱۹۹ (ایک سو ننانوے) اژدھے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو قیامت تک اسے ڈستے رہتے ہیں۔ ان کے زہر کا یہ عالم ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین پر پھنکار مار دے تو زمین بالکل سبزہ نہ اگائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶، از دارمی)

یعنی ان کے زہر کا یہ اثر ہے کہ ان میں سے ایک اژدہا بھی اگر ایک دفعہ زمین کی طرف پھنکار مار دے تو اس کے زہر کے اثر سے زمین گھاس کا ایک تنکا بھی اگانے کے قابل نہ رہے۔ آج کل کے آلات جنگ جیسے ایٹم بم وغیرہ دیکھ کر اس ارشاد نبوی ﷺ کے سمجھنے میں ذرا بھی تامل کی گنجائش نہیں رہتی۔

قبر میں عذاب کی وجہ سے میت کا چیخنا اور لوہے کے گرزوں سے اس کا مارا جانا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کافر جواب دیتا ہے کہ ہاہا! مجھے پتہ نہیں تو آسمان سے منادی آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے نیچے آگ بچھا دو، اور اسے آگ کا پہناوا پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ دوزخ کی تپش اور سخت گرم لو آتی رہتی ہے اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کے عذاب دینے کے لئے (عذاب دینے والا) مقرر کر دیا جاتا ہے جو اندھا اور بہرا ہوتا ہے، اس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ پہاڑ پر مار دیا جائے تو پہاڑ ضرور مٹی ہو جائے۔ (پھر ارشاد فرمایا کہ) اس گرز کو ایک مرتبہ مارتا ہے تو اس کی آواز کو انسان اور جنات کے علاوہ پورب پچھم کے درمیان کی ساری مخلوق سنتی ہے۔ ایک مرتبہ مارنے سے وہ مٹی ہو جاتا ہے اور پھر روح لوٹا دی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶، از احمد و ابو داؤد)

''بخاری'' اور ''مسلم'' کی ایک روایت میں ہے کہ اس گرز کے مارے جانے سے وہ اس زور سے چیختا ہے کہ انسان اور جنات کے سوا، اس کے قریب کی ہر چیز اس کی چیخ و پکار سنتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵)

سوال: یہاں یہ بات دریافت طلب ہے کہ انسانوں اور جنات کو میت کے مارنے اور اس کے چیخنے کی آواز کیوں نہیں سنائی جاتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انسانوں اور جنات کو عالم برزخ سے واسطہ پڑتا ہے، اگر ان کو عذاب قبر دکھایا جائے یا کانوں سے وہاں کے مصیبت زدوں کی چیخ وپکار کی آواز سنادی جائے تو ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرنے لگیں، حالانکہ خدا کے یہاں ایمان بالغیب معتبر ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر مان لیں، سمجھ میں آئے یا نہ آئے، بہرحال آپ ﷺ کی بات صحیح مانیں۔ اسی کو ایمان فرمایا گیا ہے: ''ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر (الملک: ۱۲)'' بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔

اگر دوزخ وجنت اور برزخ کے حالات آنکھوں سے دکھا دیئے جائیں تو پھر ایمان بالغیب نہ رہے اور سب مان لیں اور مؤمن ہوجائیں۔ مگر خدا کے یہاں آنکھوں سے دیکھے ہوئے پر ایمان لانا معتبر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مرتے وقت ایمان لانے کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس وقت عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں۔

''فلم یک ینفعھم ایمانھم لمّا راو بأسنا (المومن: ۸۵)'' سو ان کو ان کا ایمان لانا نفع مند نہ ہوا جب کہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

جب قیامت کو اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر جنت ودوزخ آنکھ سے دیکھ لیں گے تو سب ہی ایمان لے آئیں گے اور رسولوں کی باتوں کی تصدیق کرلیں گے، مگر اس وقت کا ایمان اور تصدیق معتبر نہیں ہے۔ انسانوں کو عذاب قبر کے نہ دکھانے اور اس کی آواز نہ سنانے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ انسان اس کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر انسان عذاب قبر کا حال آنکھوں سے دیکھ لیں یا کانوں سے سن لیں تو بے ہوش ہوجائیں، جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نافرمان کی میت کو جب لوگ اٹھا کر چلتے ہیں تو وہ کہتا ہے: ہائے میری بربادی! مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ اس کی آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے، اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہوجائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۴، از بخاری)

البتہ خداوند عالم نے اپنے رسول ﷺ کو برزخ کی چیزیں نہ صرف بتادیں بلکہ دکھا بھی دیں۔ چونکہ آپ ﷺ میں ان کو دیکھ کر برداشت کا ظرف موجود تھا حتی کہ دوزخ کے منظر کو دیکھ کر بھی آپ کے ہنسنے بولنے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں فرق نہ آتا تھا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ ایک مرتبہ آفتاب غروب ہونے کے بعد (مدینہ منورہ سے) باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی (جو بھیانک آواز تھی) اس کو سن کر فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہورہا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۳۶، از بخاری ومسلم)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ اپنے خچر پر سوار ہوکر قبیلۂ بنونجار کے ایک باغ میں تشریف لے جارہے تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچر بدک گیا اور ایسا بدکا کہ قریب تھا کہ آپ کو گرادے۔ وہیں پانچ یا چھ قبریں تھیں، ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں پہچانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ کب مرے تھے؟ اس نے کہا کہ زمانۂ شرک میں مرے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو قبروں میں

عذاب دیا جاتا ہے، سو اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تم آپس میں دفن کرنا چھوڑ دو گے تو خدا سے ضرور دعا کرتا کہ تم کو (بھی) اس قبر کے عذاب کا کچھ حصہ سنا دے جسے میں سن رہا ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵، از مسلم)

چغلی کرنے اور پیشاب سے نہ بچنے سے عذاب قبر ہوتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے مشکل کام کے سبب عذاب نہیں ہو رہا ہے (بلکہ ایسی معمولی باتوں پر جن سے بچ سکتے تھے) (پھر آپ نے ان دونوں کے گناہوں کی تفصیل بتائی کہ) ان دونوں میں ایک پیشاب کرنے میں پردہ نہیں کرتا تھا (اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہ بچتا تھا) اور یہ دوسرا چغلی کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک تر ٹہنی منگا کر بیچ میں سے اس کو چیر کر آدھی اس قبر میں گاڑ دی اور آدھی دوسری قبر میں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا: امید ہے کہ ان دونوں کا عذاب ان کے سوکھنے تک ہلکا کر دیا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲، از بخاری و مسلم)

چند مخصوص کاموں پر مخصوص عذاب

''بخاری شریف'' میں ایک طویل روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب روایت کیا گیا ہے جس میں عالم برزخ کے خاص خاص عذابوں کا ذکر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک مقدس زمین کی طرف لے چلے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے۔ اس بیٹھے ہوئے شخص کے کلّے کو اس سے چیر رہا ہے۔ یہاں تک کہ گدی تک جا پہنچتا ہے، پھر دوسرے کلّے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتا ہے اور پہلا کلّہ اس کا درست ہو جاتا ہے، وہ پھر اس پہلے کلّہ کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ وہ دونوں شخص بولے: آگے چلو، ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو لیٹا ہوا ہے اور اس کے سر پر ایک شخص بھاری پتھر لئے کھڑا ہے۔ یہ کھڑا ہوا شخص اس پتھر سے اس لیٹے ہوئے شخص کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے، جب وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے تو پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے۔ جب وہ اس کو اٹھانے کے لئے جاتا ہے تو ابھی تک لوٹ کر اس کے پاس آنے نہیں پاتا کہ اس کا سر جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے اور پھر اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے آگے چلو۔

یہاں تک کہ ہم ایک غار پر پہنچے جو مثل تنور کے تھا، اوپر سے تنگ تھا نیچے سے فراخ تھا، اس میں آگ جل رہی تھی اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورتیں بھرے ہوئے تھے۔ جس وقت وہ آگ اوپر کو اٹھتی تو اس کے ساتھ وہ سب اوپر کو اٹھتے تھے، یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے۔ پھر جس وقت آگ بیٹھتی تو وہ بھی سب نیچے چلے جاتے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے: آگے چلو۔

ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے، اس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارہ کی طرف آتا ہے جس وقت وہ نکلنا چاہتا ہے یہ کنارہ والا شخص اس کے منہ پر اس زور سے پتھر مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی پہلی جگہ پر جا پہنچتا ہے۔ پھر جب بھی وہ کنارہ کی طرف آنا چاہتا ہے اسی طرح پتھر مار کر ہٹا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے: آگے چلو۔

ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ میں پہنچے، اس میں ایک بڑا درخت ہے اس کے نیچے ایک بوڑھا آدمی ہے اور بچے ہیں، اس درخت کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہے اور اس کے سامنے آگ جل رہی ہے جسے وہ دھونک رہا ہے۔ پھر وہ دونوں مجھ کو چڑھا کر درخت کے اوپر لے گئے، وہاں ایک گھر درخت کے بیچ میں نہایت عمدہ تھا اس میں مجھے داخل کر دیا گیا۔ میں نے اس گھر سے اچھا گھر کبھی نہیں دیکھا، اس میں بہت سے مرد، بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے تھے۔ پھر اس سے باہر لا کر اور اوپر لے گئے، وہاں ایک گھر پہلے گھر سے بھی عمدہ تھا، اس میں لے گئے۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم نے مجھ کو تمام رات پھرایا، اب بتاؤ کہ یہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا کیا تھا؟

انہوں نے کہا: وہ جو تم نے دیکھا تھا جس کے کلّے چیرے جاتے تھے وہ شخص جھوٹا ہے، جو جھوٹی باتیں بیان کرتا تھا اور وہ باتیں جہان میں مشہور ہو جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن سکھایا، وہ رات کو اس سے غافل ہو کر سوتا رہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا، قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ زنا کرنے والے لوگ ہیں اور جن کو خون کی نہر میں دیکھا وہ سود کھانے والے ہیں اور درخت کے نیچے جو بوڑھے شخص تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد جو بچے تھے وہ لوگوں کی نابالغ اولاد ہے اور جو آگ دھونک رہا تھا وہ مالک داروغہ دوزخ کا ہے اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے وہ عام مسلمانوں کا ہے اور دوسرا گھر شہیدوں کا ہے اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ پھر بولے کہ سر اوپر اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو میرے اوپر ایک سفید بادل نظر آیا۔ بولے: یہ تمہارا گھر ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ بولے: ابھی تمہاری عمر باقی ہے، پوری نہیں ہوئی۔ اگر پوری ہو چکی ہوتی تو ابھی چلے جاتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۵)

فائدہ: جاننا چاہئے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔ یہ تمام واقعے سچے ہیں۔ اس حدیث سے کئی چیزوں کا حال معلوم ہوا۔ اوّل جھوٹ کا کیسی سخت سزا ہے، دوسرے علم بے عمل کا، تیسرے زنا کا، چوتھے سود کا، خدا سب مسلمانوں کو ان کاموں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

زمین کا میت سے بات کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے، ان کا یہ حال دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! بلاشبہ اگر تم لذتوں کو کاٹنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرتے تو تم کو میں اس حال میں نہ دیکھتا۔ لہٰذا تم لذتوں کو کاٹنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ کیونکہ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس دن وہ یہ نہ کہتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں اور میں تنہائی کا گھر ہوں اور میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا گھر ہوں۔

پھر فرمایا کہ جب مؤمن بندہ دفن کر دیا جاتا ہے کہ تو اس سے قبر کہتی ہے کہ مرحبا! تو اپنے ہی گھر آیا ہے، سمجھ لے بلاشبہ تو مجھے ان سب سے زیادہ محبوب تھا جو مجھ پر چلتے ہیں، سو جب تو آج میرے سپرد کر دیا گیا ہے اور میرے پاس آ گیا ہے تو اب میرا سلوک دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا اچھا سلوک کرتی ہوں۔ اس کے بعد جہاں تک نظر پہنچتی ہے وہاں تک قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب فاجر یا کافر بندہ دفن کر دیا جاتا ہے تو اس سے قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا برا آنا ہے اور تو بری جگہ آیا، سمجھ لے کہ مجھ پر چلنے والوں میں تو مجھے سب سے زیادہ مبغوض (دشمن) تھا۔ سو اب جب تو میرے سپرد کر دیا گیا ہے اور آج میرے بس میں آ گیا ہے۔ اب تو دیکھے گا کہ تجھ سے کیا معاملہ کرتی ہوں۔ اس کے بعد وہ اسے اس طرح بھینچتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں پسلیوں میں اور بائیں پسلیاں دائیں پسلیوں میں گھس جاتی ہیں۔ اس کو حضور اقدس ﷺ نے اس طرح ظاہر فرمایا کہ اپنے مبارک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۷، از ترمذی)

عذابِ قبر سے محفوظ رہنے والے

حضرت فخر بنی آدم محبوب رب العالمین سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو دفن کرنے کے بعد جب لوگ واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ سو اگر وہ مؤمن ہوتا ہے تو نماز اس کے سرہانے آجاتی ہے اور روزے اس کی داہنی طرف آجاتے ہیں اور زکوٰۃ اس کے بائیں طرف آجاتی ہے اور (نفل کام جو کئے تھے، مثلاً) صدقہ اور نفل نماز اور لوگوں کے ساتھ جو خیر اور نیکی (بھلائی) کی تھی وہ اس کے پیروں کی طرف آجاتی ہے۔ اگر اس کے سرہانے کی جانب سے عذاب آتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہ ملے گی، پھر اس کے داہنی طرف سے عذاب آتا ہے، روزے کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جگہ نہ ملے گی، پھر بائیں طرف سے عذاب آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہ ملے گی۔ پھر پیروں کی طرف سے عذاب آتا ہے تو امور خیر صدقہ اور احسان کے کام جو لوگوں کے ساتھ کئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہماری جانب سے جگہ نہ ملے گی۔ (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۳۷۱، از طبرانی وابن حبان، والحدیث طویل اختصرتہ)

سورۂ ملک اور الٓمٓ سجدہ پڑھنے والا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک قبر پر خیمہ لگایا اور ان کو پتہ نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ (خیمہ میں) بیٹھے بیٹھے اچانک دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک انسان ہے جو سورۂ "تبارک الذی بیدہ الملک" پڑھ رہا ہے، پڑھتے پڑھتے اس نے پوری سورت ختم کر دی۔ یہ واقعہ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورت عذاب روکنے والی ہے (اور) اس کو اللہ کے عذاب سے بچا رہی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۷، از ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں۔ اس نے ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا، پھر فرمایا کہ وہ سورہ 'تبارک الذی بیدہ الملک'' ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۷، از ترمذی وابوداؤد وغیرہ)

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سورۂ 'تبارک الذی بیدہ الملک'' اور سورۂ الم سجدہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کے لئے قبر میں اللہ سے جھگڑیں گی اور دونوں میں

سے ہر ایک کہے گی کہ اے اللہ! اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا دے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ پرندوں کی طرح اپنے پڑھنے والے پر پَر پھیلا دیں گی اور اسے عذاب قبر سے بچالیں گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۹، از دارمی)

ان دونوں سورتوں کو عذاب قبر سے بچانے میں بڑا دخل ہے جیسا کہ مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہوا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت سید عالم ﷺ ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہ سوتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۸، از ترمذی وغیرہ)

فائدہ: جس طرح سورۂ الم سجدہ اور سورۂ ملک قبر کے عذاب سے بہت زیادہ بچانے والی ہیں، اسی طرح چغل خوری کرنا اور پیشاب سے نہ بچنا دونوں فعل عذاب قبر میں بہت زیادہ مبتلا کرنے والے ہیں۔

پیٹ کے مرض میں مرنے والا

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اس کے پیٹ (کے مرض) نے قتل کیا اس کو قبر میں عذاب نہ دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۷، از احمد و ترمذی)

پیٹ کے مرض کئی ہیں، ان میں سے جو بھی موت کا سبب بن جائے اس کو قبر میں عذاب نہ ہوگا۔ ہر ایک کو حدیث شریف کا مضمون شامل ہے۔ مثلاً استسقاء، ہیضہ، پیٹ کا درد وغیرہ۔

جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مرنے والا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرتا ہے اس کو خدا قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۱، از احمد و ترمذی، وقال اسنادلیس بمتصل)

رمضان میں مرنے والا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بلاشبہ رمضان[1] کے مہینہ میں مردوں سے قبر کا عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۱، از بیہقی باسناد ضعیف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص جمعہ کے دن وفات پا گیا وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۸۱، از ابی یعلی)

مجاہد اور مرابط اور شہید

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

[1] لفظ الحدیث: "ان عذاب القبر یرفع عن الموتی فی شهر رمضان" ولترجمة علی ان لفظة فی شهر رمضان متعلق به یرفع وفیه احتمال آخر: ان یکون متعلقاً به الموت فیکون المعنی: ان الذین یموتون فی شهر رمضان لا یعذبون منه عفا اللہ عنه!

کے پاس شہید کے لئے چھ انعام ہیں:

۱...... خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں جو اس کا ٹھکانہ ہے وہ اسے دکھایا جاتا ہے۔

۲...... اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

۳...... اور وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ (جو صور پھونکے جانے کے وقت لوگوں کو ہوگی)

۴...... اور اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا (ایک ایک) یاقوت دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب سے بہتر ہوگا۔

۵...... اور بہتر حور عین (بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں) اس کے جوڑے کے لئے دی جائیں گی۔

۶...... اور ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۳، از ترمذی وابن ماجہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اسلامی ملک کی حفاظت کے لئے سرحد (اسلامی ملک کی سرحد کے محافظ کو مرابط کہتے ہیں) پر ایک دن اور ایک رات گزارنا ایک مہینہ کے (نفلی) روزے رکھنے اور راتوں رات نماز میں ایک ماہ تک کھڑے رہنے سے بہتر ہے اور یہ حفاظت کرنے والا اگر (اسی حالت میں) مر گیا تو جو عمل وہ کرتا تھا اس کا ثواب اس کے لئے برابر ہے، قیامت تک جاری رکھا جائے گا اور اس کا رزق جاری رہے گا (جو شہیدوں کے لئے جاری رہتا ہے) اور قبر میں فتنہ ڈالنے والوں سے امن میں رہے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۹، از صحیح مسلم)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دشمن سے مقابل ہوا اور پھر ثابت قدم رہا یہاں تک کہ مقتول یا غالب ہو گیا تو قبر کے اندر فتنہ میں نہ ڈالا جائے گا۔

(شرح الصدور ص ۶۳، از نسائی وطبرانی)

ایک شخص کو زمین نے قبول نہ کیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا اور وہ اسلام سے پھر کر مشرکین سے جا ملا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا فرمائی کہ اس کو زمین قبول نہ کرے گی۔ اس کے بعد جب وہ مر گیا تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اس کی قبر کی طرف تشریف لے گئے تو اسے قبر سے باہر پڑا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے وہاں کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس کو ہم نے کئی بار دفن کیا۔ مگر زمین نے اس کو قبول نہیں کیا۔ ہر بار اس کو زمین نے باہر پھینک دیا، لہٰذا ہم نے باہر ہی چھوڑ دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۳۵، از بخاری ومسلم)

بعض اساتذہ سے احقر راقم الحروف نے یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک عالم کی قبر کسی ضرورت سے کھودی گئی جو مدینہ منورہ میں تھی، تو اس میں ایک لڑکی کی نعش نکلی۔ دیکھنے والوں میں سے بعض لوگ اس لڑکی کو پہچانتے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ یہ فلاں شہر کے فلاں عیسائی کی لڑکی ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر اس کے ماں باپ سے اس کا حال پوچھا اور قبر دریافت کی تو انہوں نے قبر بھی بتائی اور یہ بھی فرمایا کہ دل سے مسلمان تھی اور مدینہ منورہ میں مرنے کی خواہش رکھتی تھی۔ پھر اس کی قبر کھدوا کر دیکھی گئی تو اس میں اس عالم کی نعش نکلی جس کی قبر میں وہ لڑکی مدینہ منور میں دیکھی تھی۔ پھر اس عالم کی بیوی سے ان کا

عمل دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ بڑے نیک آدمی تھے۔ یہ بات ضرور تھی کہ وہ یوں کہا کرتے تھے کہ عیسائی مذہب میں یہ بات بڑی آسانی کی ہے کہ ان کے یہاں جنابت کا غسل ضروری نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ لڑکی کی قبر میں پہنچائے گئے۔

برزخ میں صبح وشام جنت یا دوزخ کا پیش ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ جنت یا دوزخ (اس کے سامنے) پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو صبح شام اس کے سامنے جنت پیش کی جاتی ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو صبح شام اس کے سامنے دوزخ پیش کی جاتی ہے اور اس کا ٹھکانہ دکھا کر کہا جاتا ہے کہ یہ (قبر آرام وراحت یا عذاب کی حالت میں) تیرا ٹھکانہ ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اس ٹھکانے کی طرف اٹھائے جو تجھے دکھایا جارہا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵، از بخاری ومسلم)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا وفات پاجانے کے بعد عالم برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہونا

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' (علیہم السلام) میں تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا قبروں میں زندہ ہونا ہمیں علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے، کیونکہ اس بارے میں دلائل قائم ہیں اور اخبار تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں۔

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس بارے میں مستقل رسالہ تالیف فرمایا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ جن احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کی امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات معراج ہوئی۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرے اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

اور حافظ ابونعیم نے (بھی) ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرے وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔

حافظ ابویعلی نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں (یہ نماز ادائیگی فرض کے طور پر نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں احکام کے مکلف نہیں ہیں، بلکہ یہ نماز لذت اور تنعم کے لئے ہے)

حضرت امام ابوداؤد اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت کی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا ہے۔ لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا

---

[1] فی صحیح مسلم، کتاب الفضائل (ج ۲ ص ۲۶۸) عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اتیت وفی روایۃ مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔''

حالانکہ آپ ریزہ ریزہ ہوکر مٹی میں مل چکے ہوں گے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔[1]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد الموت زندہ ہونے کے متعدد شواہد ہیں، ان میں سے معراج کی رات کی ملاقات بھی ہے۔ اس رات میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی اور آپس میں گفتگو ہوئی۔[2]

اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی ہے، وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک جماعت میں دیکھا۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا جسم ہلکا پھلکا ہے اور گھونگریالے بال ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ (بھی) کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا کہ وہ (بھی) کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کی شکل و شباہت تمہارے صاحب (یعنی خود رسول اللہ ﷺ) سے زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے ان حضرات کی امامت کی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان ج ۱ ص ۹۶)

حافظ ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں اور زبیر بن بکار نے "اخبار مدینہ" میں اور ابن سعد نے "طبقات" میں اور دارمی نے اپنی "مسند" میں روایت کی ہے کہ واقعہ حرہ کے زمانہ میں حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ برابر مسجد نبوی میں رہے، باہر کشت و خون ہوتا رہا اور مسجد نبوی سے باہر نہ نکلے۔ تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی اور نہ اقامت ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوجاتا تھا تو میں آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر کی جانب سے ایک خاص قسم کی آواز سنتا تھا۔ جس سے مجھے معلوم ہوجاتا تھا کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ ان دنوں میں حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مسجد نبوی میں کوئی بھی نہ تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۵ باب الکرامات، میں بھی بحوالہ سنن دارمی یہ واقعہ مذکور ہے)

یہ احادیث اور اخبار حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

---

[1] "اخرجه ابو داؤد فی باب فضل یوم الجمعة و لیلة الجمعة و سکت علیه۔ قال النووی فی ریاض الصالحین فی آخر باب فضل یوم الجمعة رواه ابو داؤد باسناد صحیح لکن النووی اختصر الحدیث و اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۲۷۸) و قال صحیح علی شرط البخاری و لم یخرجاه۔ و وافقه الذهبی"

[2] (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰ باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ شب معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قریب والے آسمان تک پہنچے تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا: "مرحبا بالنبی والصالح والابن الصالح" اس کے بعد دوسرے آسمانوں پر تشریف لے گئے، ان آسمانوں میں حضرت ادریس، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرت ادریس اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے بطور ترحیب کے فرمایا: "مرحبا بالنبی والصالح والاخ الصالح" اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح" صحیح مسلم، کتاب الایمان ص ۹۱ پر اس طرح تفصیل مذکور ہے کہ پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے اور دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سب حضرات نے ترحیبی کلمات فرمائے۔

حضرات شہداء کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹)" "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

جب حضرات شہداء کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ ان کو مردہ خیال نہ کرو، کیونکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں یہ بات کیوں کر نہ ہوگی۔[1]

یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات کے بارے میں کیوں شک کیا جائے جب کہ وہ حضرات شہداء سے بہت بڑے اور بزرگ و برتر ہیں[2] اور کوئی نبی ایسا نہیں جو وصف شہادت سے متصف نہ ہو۔ لہٰذا آیت کے عموم میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی داخل ہیں۔

"صحیح بخاری" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں ارشاد فرماتے تھے کہ میں برابر اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں جو (زہر والا کھانا میں نے خیبر میں کھا لیا تھا۔ پس اس وقت اس زہر کے اثر سے میری رگ (ابہر) کٹ گئی ہے۔[3]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الاعتقاد" میں لکھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں قبض کئے جانے کے بعد واپس کر دی گئیں، لہٰذا وہ شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے، وہ تو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے اور اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حضرات

---

[1] تفسیر بیان القرآن میں آیت: "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" کے ذیل میں لکھا ہے کہ شہید کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے، لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزا و سزا کا ادراک ہوتا ہے، لیکن شہید کی اس حیات میں اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے حتیٰ کہ شہید کی حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح و سالم رہتا ہے۔ جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں۔ پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا ہے اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی ہے اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہدا سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامتی جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات (برزخی) میں قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر شہداء، پھر اور معمولی لوگ ہیں۔ (الیٰ آخر ما قال)

[2] بلکہ شہداء کو جو یہ درجہ ملا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت اور اتباع کی وجہ سے ملا ہے۔

[3] یہ حدیث (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۳۷) پر موجود ہے۔ اس کا مفصل واقعہ سیرت اور غزوات کی کتابوں میں لکھا ہے اور وہ یہ کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے گوشت بھیج دیا۔ آپ نے اس کا دست لے کر تناول فرمایا اور بھی چند صحابہ نے آپ کے ساتھ اس میں سے کھایا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شہدائے کرام اپنے قتل اور موت کے بعد زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں اور خوب خوش ہیں اور دنیا میں جو لوگ زندہ ہیں ان کی یہی صفت ہوتی ہے اور جب یہ حال شہداء کا ہے تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس کے زیادہ احق اور اولیٰ ہیں اور یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ زمین حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے جسم کو نہیں کھاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے بیت المقدس میں شب معراج میں ملاقات فرمائی اور (اس کے بعد) آسمانوں میں بھی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ جو شخص آپ پر سلام بھیجے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن سے مجموعی طور پر علم قطعی حاصل ہوجاتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی موت کا حاصل یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کردیئے گئے، اس طرح سے کہ ہم ان (کی زندگی) کا ادراک نہیں کرسکتے، اگرچہ وہ (برزخی زندگی میں) موجود ہیں اور زندہ ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے فرشتے موجود ہیں اور ہم میں سے کوئی شخص انہیں نہیں دیکھ پاتا ہے۔ ''الا من خصه الله بکر امته من اولیائه''

(انتہی ملخصا ومنتقطا من رسالۃ انباء الاذکیاء لجلال الدین السیوطی (انظر الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۸، ۱۴۹)

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) پھر آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ اپنے ہاتھ اٹھالیں اور اس عورت کو بلوایا اور اس سے فرمایا کہ کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ کہنے لگی: آپ کو کس نے بتایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بکری کے اسی دست نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس پر کہنے لگی کہ ہاں میں نے زہر ملایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا ایسا کرنے سے کیا مقصد تھا؟ کہنے لگی کہ میرا یہ مقصد تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو یہ آپ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ نبی نہیں ہیں تو ہم آپ کی طرف سے راحت پا جائیں گے (یعنی اس کے کھانے سے آپ کی وفات ہوجائے گی تو ہمارا چھٹکارا ہوجائے گا) آپ نے اس کو معاف فرمادیا اور کوئی سزا نہیں دی اور بعض صحابہ جنہوں نے اس میں سے کھالیا ان کی وفات ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاندھے پر پچھنا لگوالیا (تاکہ زہر کا اثر رک جائے) بعض روایات میں ہے کہ اس عورت کو قتل کردیا گیا تھا ممکن ہے کہ ابتداء اس کو قتل نہ کیا ہو، پھر جب حضرت بشر بن معرور کی وفات ہوگئی تو قصاص میں اس کو قتل کردیا ہو۔ یہ تفصیل حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۰۹، ۲۱۰) پر لکھی ہے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ اس واقعہ کے بعد تین سال تک اس دنیا میں تشریف فرما رہے یہاں تک کہ مرض الوفات میں فرمایا کہ میں برابر اس لقمہ کی تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے بکری کے گوشت سے خیبر کے دن کھالیا تھا، یہاں تک کہ اب میری رگ ابہر کے کٹ جانے کا وقت آگیا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''توفی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم شهیدا'' یعنی اس زہر کے اثر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شہادت والی وفات ہوگئی۔ لفظ ''ابہر'' کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اہل لغت سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ایک رگ ہے جو پشت میں چھپی ہوتی ہے جو دل سے متصل ہے، جب وہ کٹ جاتی ہے تو آدمی مرجاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۱) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی زاد المعاد میں یہی عورت کا زہر ملانے کا اور زہر ملی ہوئی بکری کا بارگاہ رسالت میں پیش کرنے اور اس میں سے آپ کے اور بعض صحابہ کے تناول فرمانے کا تذکرہ کیا اور اخیر میں وہی الفاظ لکھے ہیں جو البدایۃ والنہایۃ میں ہیں یعنی ''توفی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم شهیدا'' (زاد المعاد فصل فی هدیه فی علاج السم الذی اصابه بخیبر) ان حضرات نے جو درجہ شہادت ملنے والی بات لکھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زہر آپ کو جہاد کے موقع پر کھلایا گیا اور دشمن نے کھلایا اور یہ اقرار کیا کہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ تھا۔ جہاد کے موقع پر دشمن کی طرف سے جو بھی کوئی زخم لگ جائے یا اور کوئی تکلیف پہنچ جائے جو جان لیوا ثابت ہو تو اس سے شہادت کا درجہ مل جاتا ہے۔ اگرچہ فوری طور پر موت واقع نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ نے نبوت بلکہ ختم نبوت کے عہدہ پر فائز فرماتے ہوئے درجہ شہادت بھی نصیب فرمایا۔ فصلی الله تعالی علیه واله بقدر کماله وجماله۔

یہاں تک ہم نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے رسالہ ''انباء الاذکیاء'' سے ملخص کر کے اردو میں مضمون لکھ دیا ہے۔ رسالہ مذکورہ میں احادیث صحیحہ سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ پر استدلال کیا ہے۔ درحقیقت برزخ ایک مستقل عالم ہے، اس کی باتیں اس دنیا میں سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ جیسے اس دنیا میں قوت وضعف کے اعتبار سے زندگی کے مختلف درجات ہیں اسی طرح وہاں بھی فرق مراتب ہے۔ سب سے زیادہ اقویٰ واکمل حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات برزخی ہے اور ان کے بعد حضرات شہداء کی حیات کا درجہ ہے اور ان کے بعد دیگر اموات کا درجہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہے ہیں تو ان کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت موجود ہے۔ آپ ان کو نماز پڑھاتے ہیں، پھر جب آسمانوں پر تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں بھی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا تھا، پھر ان کو چھٹے آسمان پر پایا اور انہوں نے کہہ سن کر بار بار بارگاہ خداوندی میں بھیج کر پچاس نمازوں کی پانچ نمازیں کرائیں۔ جن حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ابھی تک نہیں ہوئی قیامت کے قریب تشریف لائیں گے، دجال کو قتل کریں گے اور ایک عرصہ زندہ رہ کر وفات پائیں گے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۳ ص ۵۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں اسی دنیاوی زندگی میں تھے جو صحابی ہونے کی شرط ہے۔ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اس وقت برزخی زندگی میں تھے۔ جب شب معراج میں آپ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے۔ آپ نے ایک وادی کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ یہ ''وادی ارزق'' ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف۔ یہ فرما کر ان کا رنگ اور بالوں کی کیفیت کچھ بیان فرمائی (اور فرمایا کہ وہ) اس حال میں (نظر آرہے) ہیں کہ اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں دیئے ہوئے ہیں (اور) اپنے رب کے نام کا تلبیہ زور زور سے پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم اور آگے چلے حتیٰ کہ ایک وادی آئی۔ اس کے متعلق فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ یہ وادیٔ ہرشیٰ (نامی) ہے یا بجائے ہرشیٰ کے لفت کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گویا میں یونس (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں کہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں، ان کے جسم پر اون کا جبہ ہے اور ان کی اونٹنی کی لگام درخت کی چھال ہے۔ تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۵)

اس مبارک حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کو بحالت بیداری تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا، معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ اس قدر اکمل اور اس قدر رفیع ہے کہ اس دنیا میں تشریف لا سکتے ہیں اور مناسک حج ادا کر سکتے ہیں اور ان کا دیکھا جانا بھی ممکن ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "اشعۃ اللمعات" شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: وحیات انبیاء متفق علیہ است، ہیچ کس رادروے اختلافے نیست، حیات جسمانی دنیاوی نہ حیات معنوی روحانی۔

حضرات انبیاء کرام کی حیات کا مسئلہ ایسا ہے جس پر سب کا اتفاق ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی ہے جیسا کہ دنیا میں تھی، ان کی زندگی روحانی اور معنوی نہ سمجھی جائے۔

برزخی زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہت مختلف ہے اور عجیب بھی ہے، وہاں کے حالات یہاں کے حالات پر قیاس نہیں کئے جاسکتے۔

آنحضرت ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، پس جو بھلائی (تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی جسے) میں دیکھوں گا تو اس پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو کوئی برائی دیکھوں گا (جو تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی) تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کروں گا۔

(عزاہ فی جمع الفوائد ج ۱ ص ۳۴۳ فی کتاب الجنائز الی مسند البزار وکذا عزاہ الیہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴ وقال رجالہ رجال الصحیح)

روضہ مطہرہ کے پاس درود وسلام پڑھا جائے تو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور جو کوئی دور سے درود وسلام بھیجے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ کے بہت سے فرشتے ہیں جو زمین میں گشت لگاتے پھرتے ہیں (اور) میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں۔

(رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ، کمافی الترغیب والترہیب للمنذری ج ۲ ص ۴۹۸ وقال ابن القیم فی جلاء الافہام، وہذا اسناد صحیح)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جائے گا۔ (قال فی الترغیب ج ۲ ص ۴۹۸ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا۔ حالانکہ آپ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل چکے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو، کیونکہ یہ دن مشہود ہے۔ (جس کے معنی یہ ہیں کہ) اس میں فرشتوں کی آمد (بکثرت) ہوتی ہے۔ (پھر ارشاد فرمایا کہ) بے شک تم میں سے جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود میرے سامنے پیش ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو۔ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! وفات کے بعد کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ (وفات کے بعد بھی درود پیش ہوگا کیونکہ) بے شک اللہ نے زمین پر یہ حرام فرما دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ لہٰذا اللہ کا نبی ﷺ زندہ رہتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (قال المنذری فی الترغیب ج ۲ ص ۵۰۳ رواہ ابن ماجہ باسناد جید الخ وہو مؤید بحدیث اوس بن اوس الذی صححہ الحاکم وغیرہ)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا روضہ اقدس پر سلام پیش کرنا

حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہو کر درود پڑھتے تھے اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کے پاس آتے اور درود پڑھ کر اور دعا کر کے واپس چلے جاتے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر آتے اور آپ پر درود بھیجتے اور قبر شریف کو چھوتے نہیں تھے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے ہوئے یوں کہتے "السلام علیک یا ابت!" اور ایک روایت میں سلام کے الفاظ اس طرح سے ہیں: "السلام علیک یارسول اللہ! السلام علی ابی بکر" (یہ سب روایات حافظ شمس الدین سخاوی نے القول البدیع ص ۲۱۰ پر نقل کی ہیں)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "الشفاء بتعریف حقوق المصطفی" (ج ۲ ص ۱۹۹) پر حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ قبر شریف پر آتے اور یوں کہتے "السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم السلام علی ابی" اس کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مؤطا میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر آتے اور آپ پر درود پڑھ کر اور دعا کر کے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ھکذا ینبغی ان یفعل اذا قدم المدینۃ یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی مدینہ منورہ میں حاضری دینے والے کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب وہاں حاضر ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آئے۔ (موطا امام محمد ص ۳۹۶)

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول البدیع" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہ عمل نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا اور واپس چلے گئے۔ (القول البدیع ص ۲۱۱)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الشفاء" میں اس کو نقل کیا ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹۸)

دوسروں کے واسطہ سے سلام بھجوانا

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول البدیع" میں بحوالہ ابن ابی الدنیا و بیہقی فی "شعب الایمان" نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی سعید مدنی سے کہا کہ جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو بارگاہ رسالت میں سلام پیش کر دینا۔ (القول البدیع ص ۲۱۱)

اس کو "الشفاء" میں بھی نقل کیا ہے اور مزید بات یہ لکھی ہے کہ "و کان یبرد الیہ البرید من الشام" یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنے کے لئے شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹۸)

دنیا میں قاعدہ ہے کہ حاضرین آپس میں بالمشافہ سلام کرتے ہیں اور جو دور ہوتے ہیں ان کو ڈاک سے یا آدمی کے ذریعہ سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کاملہ سے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے کہ جو مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دور سے سلام بھیجیں تو اس کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیتے ہیں اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے علاوہ مدینہ منورہ آنے جانے والے کے ذریعہ سلام بھیجنا بھی درست ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو حیات برزخیہ میں بھی اپنی امت سے تعلق باقی ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت نے اس امت کو یہ شرف بخشا ہے کہ فرشتوں کو اس کار عظیم کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ امتیوں کا سلام فخر کائنات ﷺ کو پہنچاتے رہیں۔ فرشتوں کا سلام پہنچانے کے لئے مقرر فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو فرشتوں کو سلام پہنچانے کے لئے واسطہ بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ جب آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو اولیاء اللہ کے بارے میں حاضر و ناظر ہونے کا خیال کرنا اور اس کا عقیدہ رکھنا بالکل ہی غلط ہے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے۔

شہدائے احد کے جسم برس ہا برس کے بعد صحیح سالم پائے گئے

مؤطا امام مالک ﷫ میں ہے کہ عمرو بن جموح انصاری اور عبداللہ بن عمرو انصاری ﷠ (یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری حضرت جابر بن عبداللہ ﷠ کے والد تھے) کی قبر کو پانی کے بہاؤ نے کھود دیا تھا۔ یہ دونوں غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک ہی قبر میں دونوں کو دفن کر دیا گیا تھا۔ جب پانی نے قبریں کھود ڈالیں تو دوسری جگہ دفن کرنے کے لئے ان کی قبر بھی کھودی گئی تو اس حالت میں پائے گئے کہ ان کے جسموں میں ذرا بھی فرق نہ آیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی وفات پائی ہے۔ ان میں سے ایک کو ایک جگہ زخم آ گیا تھا۔ دفن سے پہلے انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھ لیا تھا اور اسی حالت میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ اب جب قبر کھودی گئی تو ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا دیا گیا، پھر جب چھوڑ دیا گیا تو اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ غزوہ احد اور اس واقعہ کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ (مؤطا امام مالک، آخر کتاب الجہاد)

یہ واقعہ حافظ ابن کثیر ﷫ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں اس طرح نقل کیا ہے کہ جہاں حضرات شہدائے احد ﷡ مدفون تھے، حضرت معاویہ ﷠ کے زمانہ میں وہاں سے نہر نکالنے کا ارادہ کیا گیا (اس وقت ان حضرات کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی) حضرت جابر بن عبداللہ ﷠ نے بیان فرمایا کہ ہم نے وہاں کھدائی کی تو میں نے اپنے والد صاحب کو قبر میں اس طرح پایا جیسے کہ اپنی عادت کے مطابق سو رہے ہیں۔ ان کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح ﷠ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ ان کو دیکھا کہ ان کا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا ہے۔ ہاتھ ہٹا دیا گیا تو زخم کی جگہ سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیر ﷫ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور ہے کہ ان کی قبروں سے مشک کی طرح خوشبو محسوس کی گئی اور یہ واقعہ ان کو دفن کرنے کے دن سے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

نیز حافظ ابن کثیر ﷫ نے بحوالہ امام بیہقی ﷫ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ ﷠ کے زمانہ میں چشمہ جاری کرنے کے لئے کھدائی کی گئی تو حضرت حمزہ ﷠ کے قدم مبارک میں پھاوڑا لگ گیا اور اس کی وجہ سے خون جاری ہو گیا۔ (دیکھو البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۴۳)

شہدائے احد کے علاوہ اور بھی بعض اکابر امت کے متعلق سیر و تاریخ کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ دفن کرنے کے بعد جب برس ہا برس کے بعد دیکھے گئے تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا تھا۔

حضرات انبیائے کرام ﷩ کے متعلق تو حدیث شریف میں قطعی فیصلہ ہے کہ ان کے جسموں کو زمین گلا نہیں سکتی ہے، لیکن کسی غیر نبی کو بھی اللہ رب العزت یہ شرف بخشیں تو ان کی رحمت اور قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔

(مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ ص ۱۷ تا ۲۱)